ہمارے اسلاف

# جانشین شیخ الہندؒ

مولانا سعید الرحمٰن علوی

لاہور کے ایک صاحب نے جانشینیٔ شیخ الہند کے عنوان سے ایک ٹریکٹ چھاپ کر تقسیم کیا تھا حضرت شیخ الہند کے تمام خدّام ہمارے لئے آفتاب و ماہتاب کی مانند ہیں لیکن احترام سلف کی نزاکتوں سے ناواقف مضمون نگار نے حقائق کو جھٹلانے کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی ذات اقدس کے خلاف جو زبان استعمال کی وہ افسوسناک تھی۔ یہ مضمون اس کا ردِعمل ہے۔ میں اکابر کے احترام کو اخروی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے قلم کو لغزشوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اس کے باوجود انسان خطاؤں کا پتلا ہے۔ بزرگ کسی مجلہ کی اصلاح فرمائیں گے تو کرم ہوگا۔

---

قطب زمن، امام الحریۃ، وارث علوم قاسمی و رشیدی، اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہٗ جیسی یگانہ روزگار شخصیتیں سالوں نہیں قرنوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اس قسم کے لوگ اپنی حیات مستعار کے لمحات کو لھو و لعب میں ضائع نہیں کرتے بلکہ زندگی کے ایک ایک لمحہ کو مرضی و منشاء الٰہی کے مطابق گذار کر اپنے عظیم تر ہوتے نقش جریدہ عالم پر ثبت کر کے اس جہان رنگ و بو سے رخصت ہو جاتے ہیں ـــــ

امت محمدیہ علی صاحبہا السّلام والتحیۃ چونکہ "خیر امت" ہے۔ اور اس شرف و کرامت کا سبب "اخرجت للناس" کی قرآنی حقیقت ہے۔ اس لئے آقائے مکّی و مدنی کے سچے جانشین اور وارثان علوم نبوت از مہد تا لحد انسانیت کی اصلاح و فلاح کیلئے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر خلق خدا کی بہتری ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے خداد علم و عمل اور فکر و عقل سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچانا اور اپنی

تمام تر صلاحیتوں کو بہبودیٔ خلقِ خدا کیلئے وقف کرنا ہی کارِ خیر سمجھتے ہیں۔ خدا کی مخلوق کا غم اپنا ہوتا ہے۔ اور وہ اس غم میں ناتواں ہڈیوں تک کو پگھلا دیتے ہیں۔ —— حضرت شیخ الہندؒ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالیں، سوز و ساز رومی اور پیچ و تابِ رازی کا ایک حسین امتزاج نظر آجائیگا۔

قصبہ دیوبند کی مسجد جامع کے درخت انار کے نیچے قائم ہونے والے مکتب کے پہلے طالب علم کی حیثیت سے لیکر اسی مدرسہ کے صدر مدرس، شیخ الحدیث اور آخر میں اسیرِ فرنگ ہونے تک جتنے مراحل آپ کے سامنے آئیں گے ان کی پشت پر ایک ہی جذبہ نظر آئیگا۔ یعنی بحکمِ خدا مخلوقِ خدا کی صلاح و فلاح! حقیقت یہ ہے کہ آپ جس راہ سے گذرے اپنی ایمانی شعاعوں سے ایک دنیا کو منور کر گئے۔ دیوبند کی مسندِ تدریس سے لیکر اسارتِ فرنگ تک مراحل پر ایک نظر دوڑائیے۔ کتنے ہی پروانگانِ شمع محمودی آپ کو نظر آئیں گے جو اپنے استاذ الشیخ و مربی اور قائد و رہنما کے سانچے میں ڈھل کر اسی طرح سرگرمِ عمل ہیں جسطرح خود استاذ و شیخ!

ملّتِ اسلامیہ کی نفع رسانی اور ان کے غموں میں گھلنے کے انہی جذباتِ صادقہ کو معبودِ حقیقی نے اپنی بارگاہِ صمدیت میں یوں مقبول و منظور فرمایا کہ ملائکۃ اللہ کی وساطت سے ہندو بیرونِ ہند کی دنیا کے دلوں میں کچھ اس قسم کی خواہش پیدا فرما دی کہ پوری دنیا بیک زبان آپ کو "شیخ الہند" کے لقبِ گرامی سے یاد کرنے میں ہی ذہنی اور قلبی سکون محسوس کرتی ہے۔ اور اصل نام اس "الہامی لقب" کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

* (حضرت العلامہ السید محمد انور شاہ قدس سرہ کے قابلِ فخر شاگرد اور سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم روحانی پیشوا استاذی مفتی محمد شفیع سرگودھوی قدس سرہ اس لقب کو الہامی لقب فرماتے تھے۔)

دوسری حیثیتوں سے قطع نظر صرف اپنی تدریسی زندگی کی وساطت سے حضرت الشیخؒ نے ایک دنیا کیلئے نفع رسانی کا جو سامان مہیا کیا، اگر اسی پر گفتگو کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ صحاح ستہ بالخصوص بخاری شریف اور ترمذی شریف کے درس کے دوران جس فراخ دلی سے آپ نے علمی جواہر ریزے بکھیرے وہ کیا کم احسان ہے کہ پھر آپ نے ابوابِ بخاری اور بعض مشکل ترین فقہی مسائل پر معرکۃ الآراء رسائل لکھے جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کی بین الاقوامی ضرب المثل کی واقعاتی تفسیر ہیں۔

اور ان سب سے بڑھ کر آپ کا یہ احسان تا قیامِ قیامت امت کی گردن پر رہے گا کہ آپ کے حلقۂ درس سے وہ "جبال علم" سامنے آئے جن کے تحقیقی علم کے سامنے ایک دنیا سرنگوں ہے۔ اندازہ فرمائیں کہ ساقی کی نگاہِ کرم کے صدقہ کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب آسمانِ علم و تحقیق پر جگمگا رہے ہیں۔

شیخ الاسلام مدنی، محدث العصر (حضرت کشمیری) ابو حنیفہ وقت مفتی کفایت اللہ، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی، شارح مسلم حضرت عثمانی، قائد قافلہ حریت مولانا منصور انصاری، شیخ التفسیر حضرت لاہوری، امام المبلغین مولانا محمد الیاس، امام المعقولیین مولانا محمد ابراہیم و مولانا رسول خان، مولانا عبدالصمد کرت پوری، مولانا محمد سہول بھاگلپوری اور مادر زاد ولی سید اصغر حسین قدس اللہ اسرارہم العزیز و رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے حضرات اپنی مثال آپ تھے، ان کی زندگیاں سراپا دین و علم تھیں۔ یہ لوگ اخلاق نبوی کے مجسم نمونے اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سوانح مقدسہ کی چلتی پھرتی تصویریں تھیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تعلیم و تربیت کے صدقے ایسے لوگ آخر کیوں نہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے جبکہ فقیہ عصر قطب عالم مولانا گنگوہی قدس سرہٗ آپ کو "علم کا کھٹلا" قرار دیتے۔ (بروایت حکیم عبدالمجید صاحب الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۹۶)

لیکن ان سب حضرات میں سے استاذ العرب والعجم، مہاجر مدینہ وارث علوم قاسمی شیخ الاسلام السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کو حضرۃ الشیخ سے وہی نسبت ہے۔ جو (بلا تشبیہ) خلیفہ بلا فصل مزاج شناس نبوت جانشین رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام الاولین والآخرین خاتم النبیین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ اور یہ رائے ہے آپ کے ایک ہم عصر و رفیق درس حضرت میاں اصغر حسین صاحب قدس اللہ سرہٗ کی جسکا اظہار انہوں نے "حیات شیخ الہند" میں کیا ہے۔

حضرت میاں صاحب، کوئی معمولی انسان نہ تھے وہ ایک مادرزاد ولی، علوم و اخلاق نبوت کے پیکر اور سلاسل اربعہ کے سلوک و تصوف کی عملی تفسیر تھے۔ ساتھ ہی وہ شیخ مدنی کے رفیق درس و ہم عصر بھی تھے۔ "معاصرانہ چشمک" کی حقیقت سے آگاہ دنیا ایک کی رائے دوسرے کے متعلق پڑھ کر جہاں اہل حق کی بے غرضی اور اعتراف حق کی قائل ہو جائے گی۔ وہاں دنیا یہ بھی تسلیم کرے گی کہ کسی کی واقعی خوبیوں کا اعتراف بڑے لوگوں کا کام ہے۔ میاں صاحب نے اپنے ساتھی کی "معراج" کا بڑی سادگی اور خلوص کے ساتھ اعتراف و اظہار فرمایا ہے۔ اور بلاشبہ یہ ایک اتنی وقیع رائے ہے۔ کہ اس کے بعد مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں۔

اگر میاں صاحب کے اس مختصر ارشاد کا سرسری تجزیہ کیا جائے۔ تو اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ شیخ الہندؒ و شیخ الاسلام میں واقعی وہی نسبت ہے جو پیغمبر و جانشین پیغمبر میں!

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دعویٰ نبوۃ و رسالت کے ابتدائی مرحلوں میں بغیر کسی تحقیق تفحص آپ کو نبی برحق تسلیم کیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بچہ تھے۔ اور آپ کی تربیت میں تھے۔ جناب زید علیہ الرضوان

غلام بھتے۔ اور آپ کے جود وکرم کا مورد۔ سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ واقعہ تجارت سے متاثر ہوکر آپ کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں اور اب اس واقعہ کو ۱۵ سال بیت چکے تھے، بیوی کی حیثیت سے انہوں نے آپ کو بڑے قریب سے دیکھا تھا۔ پھر ان کیلئے سب سے بڑی شہادت جناب ورقہ بن نوفل کی تھی۔۔۔ جنہوں نے کتب سماوی کی روشنی میں آپ کے نبی و رسول ہونے کی تصدیق کرکے جناب خدیجہ کیلئے سامان اطمینان فراہم کیا۔ لیکن جناب صدیق کسی طرح آپ کے زیر اثر نہ تھے۔ صاحب ثروت اور متمول انسان تھے۔ معاشرہ انکو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ رفاقت ومخلّت کا ثبوت البتہ موجود ہے۔ ایسے میں بلاچون وچرا آپ کو نبی برحق تسلیم کر لینا دراصل ازل سے مقدر شدہ لقب گرامی صدیق اکبر کا اپنے کو اہل ثابت کرنا نہیں تو اور کیا تھا؟

سفر معراج کے بعد آپ ہی کی ذات گرامی تھی جس نے تفصیلات دشمن کی زبان سے سنکر آمنّا وصدقنا کہا اور یوں دشمن کے منہ پر زناٹے کا تھپڑ رسید کیا۔ اس کے بعد دیکھیں جان سپاری اور سرفروشی کے باب میں جو سعادتیں صدیق کو میسّر آئیں وہ کسی دوسرے کا مقدر کہاں۔؟ حلقۂ کفر کے نرغہ سے اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ۔ کہہ کر آپ کو کافروں سے چھڑانا، لیکن خود تختہ مشق بن جانا اور ذرا سی ہوش کے بعد آپکو دیکھے بغیر دودھ پینے سے انکار کر دینا محض ایک واقعہ ہے۔ نہ معلوم اس قسم کے کتنے واقعات سے سیرت صدیق جگمگا رہی ہے۔

ہجرت کی رات اور پھر غار ثور میں قربانی وایثار کا جو ریکارڈ آپ نے قائم کیا۔ چراغ رخ زیبا لیکر اسکی مثال تلاش کرو۔

اپنی محبوب بیٹی پیغمبر کے حبالہ عقد میں دیکر خاندانی تعلقات قائم کرنا اور محبوب خدا کے قلبی سکون کا سامان مہیا کرنے کی سعادت کسکو نصیب ہوئی۔؟ مال خرچ کرنے کا وقت آیا تو کون تھا جس نے اہل خانہ کیلئے خدا اور اس کے رسول کے نام پاک کی عظمت وبرکت چھوڑکر سب کچھ محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔؟ ۹ھ میں پیغمبر خدا نے ہزاروں پروانگان شمع رسالت کی موجودگی میں حج جیسے اہم ترین دینی وملی فریضہ کی سربراہی کیلئے صدیق اکبر کو تو ہی چنا گیا۔ اور حیات مستعار کے آخری لمحات میں امامت صغریٰ (نماز) کیلئے جس قدسی الاصل کو مصلی پر کھڑا کرکے بالواسطہ اسکی امامت کبریٰ (خلافت) کا اعلان کیا گیا تو وہ بھی صدیق اکبر ہی تھے۔ اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو عائشہ طاہرہ کے حجرہ میں محبوب کے قدموں سے سرلگا کر ابدی نیند سوکر رہتی دنیا تک، باہمی انس ومحبت اور نسبت باطنی کی سعادت اسے نصیب ہوتی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سیرت صدیق کی ان سرسری جھلکیوں کے بعد محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دو غلاموں اور سیدنا صدیق اکبر علیہ الرضوان کے دو خادموں کی سیرت پر اچٹتی سی نظر تو ڈالو، شیخ الہند و شیخ الاسلام کے تعلقات میں ایک طرف بزرگانہ شفقت اور اعتماد کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ تو دوسری طرف سرفروشی و امتثال امر کے نہ مٹنے والے نقوش ہیں وہاں نبوت و صداقت کا معاملہ ہے ایک خاتم النبیین ہے، تو دوسرا افضل الصحابہ یہاں استاذ و شاگرد اور خادم و مخدوم کا تعلق ہے۔ محمد عربی اور محمود حسن میں وہی فرق ہے۔ جو نبی اور امتی میں ہوتا ہے۔ اور صدیق و حسین احمد میں وہی فرق ہے۔ جو صحابی و غیر صحابی میں لابدی ہے، لیکن سنن نبویہ اور عظمت صدیق کے پاسبانوں نے باہمی نسبت و تعلق کی جو روایات چھوڑیں ان پر جی جان سے مر مٹنا ہی سعادت ازلی کی دلیل ہے۔

ان اشارات کے بعد حضرت میاں اصغر حسین علیہ الرحمۃ کی رائے کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں۔ تو یہ تو میرے دل میں ہے، والی بات بن جائے گی ---- ذرا اندازہ فرمائیں حسین احمد کو بچپن میں ہی مادر علمی دیوبند پہنچا دیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الہند اس وقت صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہونے کے علاوہ مجموعی طور پر تعلیمی امور کی نگرانی کے تن تنہا ذمہ دار ہیں۔ ایسے میں چھوٹی کتابیں اور وہ بھی صرف ایک طالب علم کو پڑھانا سمجھ آنے والی بات نہیں۔ لیکن مادر علمی کے در و دیوار گواہ ہیں کہ حضرت الشیخ نے ہزار مصروفیتوں کے علی الرغم اس گوہر نایاب اور آئینہ صافی کو ابتدا ہی سے اپنی تربیت میں لے لیا۔ بسم اللہ خود کرائی صرف میر جیسی چھوٹی کتابیں خود پڑھائیں۔ حضرت مدنی کو سب سے زیادہ عرصہ آپ ہی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقعہ ملا۔ صرف و نحو اور منطق و فلسفہ سے لیکر حدیث و تفسیر تک ہر فن کی چھوٹی بڑی متعدد کتابیں حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھیں۔ استاد نے گھر کا فرد بنایا اور حسین احمد نے کمال سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے استاذ کے بیت الخلاء تک کی صفائی کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد نسبت باطنی کیلئے خادم عرض کرتا ہے تو مخدوم قصد گنگوہ کا حکم دیتے بلا چون و چرا اس رشک جنت کیطرف چل دیتے ہیں۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے جس اعزاز سے آپ کو خلافت دی۔ وہ بقول مولانا عاشق الٰہی مرحوم (سیاسی مخالف بھی ہیں) کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ (تذکرۃ الرشید)

پھر یہ سعادت بھی تو آپ ہی کے مقدر میں تھی کہ خانقاہ گنگوہ کے علاوہ ساقی گنگوہ کے حکم سے ہی امداد اللہی گھاٹ پر آپ پہنچتے ہیں۔ اور وہاں بھی جام ہائے عشق و محبت سے سیرابی حاصل کرتے ہیں اور جب یہ دونوں ساقی (حضرت حاجی صاحب اور حضرت گنگوہیؒ) دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو مالٹا کی تنہائیوں میں نسبت اکابر کو پختہ تر کرنے کا موقعہ پھر شیخ الہندؒ کے قدموں میں ملتا ہے۔

---- اس صورت حال کے پیش نظر جامع مکاتیب مولانا نجم الدین اصلاحی کا یہ تجزیہ کتنا درست

ہے کہ :

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی ذات حکمت قاسمی ، زہد گنگوہی ، فراست محمودی اور امداد اللہی عرفان کا وہ سنگم تھی جو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۷ء تک کی پوری تاریخ کو زندہ کئے ہوئے تھی۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۴۳)

آپ کا قیام مدینہ میں بھی حضرت شیخ الہند کی اشارہ ابرو کے پیش نظر رہا۔ اس دوران ایک طرف آپ صاحب قبر انور، قاسم علوم و معارف سلام اللہ وصلاتہ علیہ کی زیارت سے بار بار مشرف ہو کر علوم و الہی کی وہ منزلیں طے کرتے ہیں کہ باید و شاید (تفصیل نقش حیات میں ہے) تو دوسری طرف اسی محبوب خدا کی نگاہ کرم گستر کے زیر نگران رہ کر قرآن و سنت کے علوم و معارف چار دانگ عالم میں پھیلاتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا یہ قیام حضرت شیخ الہندؒ کے اشارۂ ابرو کا نتیجہ تھا۔ دلیل ملاحظہ فرمائیں۔ دیوبند میں عصر کے بعد کی مجلس میں اساتذہ و طلبہ کی موجودگی میں حضرت الامام السیّد محمد انور شاہ علیہ الرحمۃ استاذ مکرم سے عرض کرتے ہیں کہ سیّد حسین احمد کو یہاں بلالیں۔ وہ دیوبند کے اہل ہیں اور دیوبند کو ان کی ضرورت ہے۔ وہاں کسی اور صاحب کو متعین فرما دیں، حضرت الاستاذ قدرے سکوت کے بعد فرماتے ہیں۔ محمد انور تم جانتے ہو، حسین احمد وہاں بہت اہم امور انجام دے رہے ہیں۔ حجاز کے مشہور شافعی مالکی اور حنبلی علماء شریک درس ہوتے ہیں محض مسلک حنفی پر اعتراض کرنے کیلئے حسین احمد تنہا سب کا جواب دیتے ہیں۔ اور کسی کے بس کا نہیں جو اتنا بڑا کام انجام دے سکے انہیں وہیں رہنے دو۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۵۴ روایت حضرت مولانا محمد جلیل شاگرد حضرت شیخ الہندؒ مدرس دار العلوم)

خط کشیدہ الفاظ بہت کچھ بتا رہے ہیں۔ اور یہ بھی اندازہ فرمائیں کہ حضرت الامام سیّد محمد انور شاہ جن کے علم و فضل کی ایک دنیا معترف ہے۔ وہ کسطرح مقام مدنی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور حضرت استاذ کیا جواب دیتے ہیں۔ سیّد کاشمیری کا سوال اور استاذ مکرم کا جواب یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ حضرت کا قیام مدینہ طیبہ کس کے اشارۂ ابرو کے صدقہ تھا۔؟ ــــ اور شیخ مدنی قیام ملجاء کے دوران جب دیوبند آ کر حلقۂ درس میں بیٹھتے ہیں تو استاذ مکرم کی کیا حالت تھی اس کا حال بھی حضرت میاں صاحب کی زبانی سنیں :

"اس سال حضرت نے درس حدیث میں خلاف عادت علوم و حقائق بیان فرمائے جو آپ کے (سید مدنی کے) مستقبل کی درخشانی کی تمہید اور جانشینی کے اشارے تھے۔ (الجمعیۃ صفحہ ۴۳)

اسی دوران ایک دن حضرت مدنی استاذ مکرم کے پاؤں دبا رہے تھے کہ میاں صاحب بھی حصول سعادت کی غرض سے شریک ہو گئے اور مسرت و انبساط کے عالم میں کہنے لگے آج ہم برابر ہو گئے۔ اس پر حضرت

شیخ الہندؒ نے جو کچھ فرمایا اسکو حضرت میاں صاحب سے سماعت فرمائیں :

"بھائی تم کہاں کہاں ان کی پیروی و برابری کروگے ۔"

—— ان لفظوں پر میاں صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور مدنی کی خوش بختی و سعادت مندی پر رشک کریں :

"اس وقت تو یہ ایک معمولی فقرہ سمجھا گیا ۔ لیکن مولانا مدنی کا قیام مدینہ منورہ ، پھر اپنی بیش قیمت آزادی کو قربان کرکے خوشی سے نظر بندی میں حضرت کی معیت اختیار کرنا ، تمام سفر خصوصاً زندان قاہرہ اور اسیری مالٹا میں جاں نثاری اور خدمت کرنا کلمۃ الحق کے اعلان پر زندان کراچی میں اسیر ہونا ---- بتلا رہا ہے کہ یہ ایک پر مغز کلام ہے ۔ اور مولانا کی آئندہ شاندار دینی و قومی زندگی کیلئے ایک معنی خیز اشارہ خیر و برکت تھا ۔ (حیات شیخ الہند ص ۹۹-۱۹۸ ۔ یہ کتاب شیخ مدنی کی زندگی میں لکھی گئی ۔)

حضرت الاستاذ کا مختصر جملہ اور میاں صاحب کے نوٹس کئی دفتروں پر بھاری ہیں ۔ اور ان کے بین السطور بہت کچھ پڑھا ، اور دیکھا جا سکتا ہے ۔ مقام مدنی کی رفعت کی اور کیا دلیل ہوگی ۔؟ بلاشبہ جاں نثاری و جاں سپاری اور ایثار و قربانی کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہو سکتی کہ بغیر وارنٹ ہنسی خوشی خدمت استاد کے جذبہ سے سوئے زندان جانا اور ۴ ۱/۲ کا عرصہ پریشان کن سردی ساتھ دینا اور وہ بھی اس طرح کہ گرم پانی کے میسر نہ ہوتے پر شیخ کی علالت کے پیش نظر پانی کا لوٹا اپنے پیٹ سے لگا کر بیٹھ جانا اور اوپر کمبل سے لینا ۔

کون سا شاگرد اور خادم ہے ، جو بھر پور جوانی کے ۴ ۱/۲ سال اس طرح گذارے اور یہ بھی تو ہے کہ ایسے عالم میں حضرت الاستاذ حسب سحر کو اٹھ کر اس گرم پانی کے ساتھ وضو کرتے ہوں گے ، جس میں حسین احمد کی حرارت جسمانی وافر مقدار میں شامل تھی تو ان کے دل سے عزیز شاگرد کیلئے خیر و برکت کے کیا کیا کلمات زبان کے راستے عرش الٰہی تک نہ پہنچتے ہوں گے ۔؟ ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے ۔

محمد عربی ﷺ وضو کیلئے پانی کا لوٹا دیکھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیلئے دست سوال دراز کر دیں تو وہ امام المفسرین بن جائیں ۔ محمد عربی کا غلام حضرت شیخ الہند محمود کے دوران ۴ ۱/۲ سال شاگرد عزیز کی خدمت سے متمتع ہو تو شاگرد کیلئے خدا سے کچھ نہ مانگا ہوگا ۔؟

مانگا اور وہ کچھ مانگا جس کا احاطہ کرنا مشکل ہے ۔ زندگی اور زندگی کے بعد حسین احمد کو جو عزت ملی وہ استاد کے مانگنے کا ہی نتیجہ ہے ۔

اسی مالٹا میں استاذ ترجمہ قرآن کی خدمت میں مشغول ہے ۔ اور حسین احمد رفیق و معین ہے اور رمضان آتا ہے تو استاذ مکرم کے نحیف و نزار جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے ۔ آنکھوں سے چھم چھم آنسو برسنے لگتے ہیں ،

شاگرد عزیز بتاڑا جاتا ہے۔ کہ دیوبند میں حفاظ کے حلقے تھے، یہاں ایک بھی حافظ نہیں، استاذ مکرم کو قلق ہے۔ اور یہ آنسو اسی قلق کی ظاہری صورت ہیں۔

سعادت مند شاگرد آگے بیٹھ کر عرض کرتا ہے کہ حضرت دعا آپ فرمائیں، کوشش میں کروں گا۔ اللہ نے چاہا تو ختم قرآن کے نہ ہونے کا شکوہ نہیں رہے گا۔ استاذ کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ دست سوال دراز کرتا ہے۔ نہ معلوم اس وقت اس نے اپنے رب سے کیا مانگا۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ غرۂ رمضان آیا تو کوئی حافظ نہ تھا۔ اور شوال کا ہلال افق عالم پہ چمکا تو حسین احمد "حافظ" بن چکا تھا۔

داستان سرفروشی وجاں سپاری کو نامکمل و تشنہ چھوڑ دیں کہ اسے مکمل کرنا میرے بس کا نہیں۔ اب آئیں اور دیکھیں کہ آقا کو اپنے خادم پر کتنا اعتماد ہے۔ اور خادم مخدوم کے لبوں کی جنبش پر کسطرح آمادۂ عمل ہیں۔

اسارت مالٹا کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کلکتہ میں دارالعلوم قائم کرتے ہیں۔ خواہش یہ ہے۔ کہ صدارت حضرت شیخ الہندؒ قبول فرمالیں۔ مقاصد ملی کی خاطر شیخ کو انکار نہیں۔ لیکن علالت و نقاہت مانع ہے نتیجۃً اسی محبوب شاگرد کو اشارہ ہوتا ہے۔ وہ تیار ہو جاتے ہیں۔ بقول حکیم عبدالجلیل مرحوم استاذ مکرم شاگرد عزیز کو رخصت کرنے لگے تو غایت ضعف کے سبب اٹھ نہ سکے، لیٹے لیٹے مدنی کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑا سر پہ رکھا، چوما، آنکھوں سے لگایا۔ سارے بدن پہ پھیرا (الجمعیۃ صـ۹۶)

بتلائیں دنیا میں کسی استاذ نے شاگرد کے ساتھ شفقت و کرم کا یہ معاملہ کیا۔؟ ہاں اصل قصہ یہ ہے کہ ایسا شاگرد بھی تو کسی کو نہیں ملا۔ یہ سعادتیں مدنی کا مقدر تھیں۔ مولانا مدنی اشکبار آنکھوں سے رخصت ہو گئے۔ استاذ مکرم کی حالت کا احساس ایک طرف امتثال امر کا معاملہ دوسری طرف۔ چلے تو گئے تو حکم آ دا تھا۔ لیکن کلکتہ پہنچنے سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ انا للہ.....

آخری لمحات کی خدمت سے محروم ہو گئے۔ آخری زیارت نصیب نہ ہوئی۔ جنازہ مقدر میں نہ تھا۔ لیکن کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا۔ کہ حسین احمد نے استاذ کا آخری حکم ٹالا! شاید اس لئے قدرت کو حسین احمد پہ پیار آگیا۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے پہلوئے محمود میں لٹا دیا۔

حضرت شیخ الہندؒ سے اسی نسبت و تعلق کا تو یہ صدقہ تھا کہ قاسمی و رشیدی موجہائے رحمت سے سیراب ہونے والے سبھی اکابر و اصاغر آپ کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھتے۔ چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں:۔

شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد قدس سرہٗ سبق پڑھا رہے تھے۔ آپ گئے قرأت کرنے والے صاحب سے کتاب لیکر خود قرأت شروع کر دی۔ حضرت دیکھ کر مسکرا دیئے۔ (تذکرۃ الخلیل) اور بقول مولانا مفتی محمود احمد (مھو چھاونی) حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید مولانا احمد حسن محدث امروہی

کے حلقۂ درس میں شیخ مدنی پہنچے تو بلا تکلف سوالات شروع کر دیئے۔ حضرت امروہی نے بے ساختہ اور پیار بھرے لہجہ میں فرمایا:

"یہ مولوی محمود حسن (حضرۃ شیخ الہندؒ) کے یہاں کا بگڑا ہوا ہے۔" (الجمعیۃ ص۱۱۸)

اور حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے صاحبزادے الحافظ محمد احمد علیہ الرحمۃ کی ستیں ۱۳۲۶ھ کے اجلاس دارالعلوم میں مدرسہ کی علمی ترقی زیر غور تھی حضرت حافظ صاحب نے فرمایا: مولوی محمد انور شاہ، مولوی محمد سہول، مولوی حسین احمد اور مولوی عبدالصمد کرت پوری (رحمہم اللہ) یہاں جمع ہو جائیں تو مدرسہ کی علمی ترقی اعلیٰ پیمانہ پر ہو۔ (الجمعیۃ ص۸۵ روایت مولانا محمد قاسم بجنوری)

آخر قدرت نے حافظ صاحب کی خواہش پوری فرمائی، سبھی حضرات قدرت کے مقرر کردہ ٹائم ٹیبل کے وقت مدرسہ میں آئے اور علم و عرفان کو اوج ثریا تک پہنچایا۔ بالخصوص شیخ مدنی کا ۳۰ - ۳۵ سالہ دور علمی، مالی اور انتظامی لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے، پچھلے تین ادوار میں جتنے طلباء نے اس مادر علمی سے فیض حاصل کیا اس سے کہیں زیادہ حضرات نے صرف آپ کے دور میں اپنی علمی پیاس بجھائی۔

حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم (بانی تبلیغی جماعت) نے فرمایا ان کی سیاست میری سمجھ میں آجاتی تو پیچھے پیچھے دوڑا پھرتا، تاہم عنداللہ ان کے مقام سے واقف ہوں ان سے "سیاست میں اختلاف" کر کے دوزخ کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔ (روایت مولوی سعید میاں صاحب انصاری سہارنپوری ص۵۲!)

اور شرعی دلائل کے پیش نظر آپ کے سیاسی مسلک سے اختلاف رکھنے کے باوصف حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ فرماتے تھے کہ:

"مولانا مدنی کی مخالفت کرنے والوں کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔" (روایت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمۃ ص۴۲)

یاد رہے کہ اختلاف و مخالفت میں فرق ہے۔ حضرت تھانوی کو حضرت سے اختلاف تھا جس کی پشت پر دلائل تھے، مخالفت نہ تھی، مخالفت کا رنگ دیکھنا ہو تو خوارج و شیعہ کی صحابہ دشمنی دیکھیں۔ اختلاف کو دیکھنا ہو سیدنا علی و معاویہ علیہما الرضوان یا ائمہ مجتہدین کے اختلافات سامنے رکھیں۔ اور مسلم کے شارح علامہ عثمانی (حضرت مدنیؒ کے سب سے بڑے سیاسی حریف لیکن للہ فی اللہ جو کہ دنیوی مقاصد کے پیش نظر) فرماتے ہیں:

"بھائیو! اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میرے علم میں بسیط ارض پر شریعت و طریقت و حقیقت کا حضرت مولانا مدنی سے بڑا کوئی عالم موجود نہیں۔" (روایت حضرت الشیخ السید محمد یوسف بنوری ص۲۸)

امام الہند حضرت آزاد فرماتے ہیں :

"انہوں نے ملک کی جو خدمتیں کی ہیں ان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اور وہ اسقدر شاندار ہیں کہ ہم انہیں فراموش نہیں کر سکتے ۔۔۔۔ ان کی ذات محترم تھی۔ ان کا انتقال قومی نقصان ہے ۔۔۔۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

ان سرسری اور بے ربط واقعات کے بعد اس دعویٰ کے ثبوت میں کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین تھے۔ تاہم اکابرین ملت اساطین امت اور ہم عصر حضرات کی کچھ شہادتیں جن میں جانشینی شیخ الہندؒ کی صراحت ہے، ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ ہمارے ایک بزرگ بحمدہ بقید حیات ہیں، فرماتے ہیں کہ مولانا مدنی تھانہ بھون تشریف لائے۔ حضرت تھانوی کا نظام العمل سامنے تھا، اس کی رو سے ملنے کا وقت نہ تھا۔ آپ مسجد میں لیٹ گئے، لیکن حکیم الامت قدس سرہ کو پتہ چلا، بھاگم بھاگ تشریف لائے۔ فرمایا آپ نے کیا غضب کیا، فرمایا آپ کا وقت نہ تھا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا وقت کی قیودات دوسروں کے لئے ہیں، آپ کے لئے نہیں۔ چنانچہ ہمراہ لے گئے اصرار سے اپنی مسند پہ بٹھایا۔ اور فرمایا ۔۔۔ "بھائی آپ تو میرے استاد کے جانشین ہیں" ۔۔۔ مزید یہ کہ ایک تھان ململ کا منگوا کر نذر کیا۔ حضرت شیخ الاسلام نے احتراماً سر پر رکھا، چوما اور فرمایا حضرت آپ کو معلوم ہے کہ میں نے ولائتی مال کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ اتنا ہی فرمایا تھے کہ مولانا تھانویؒ نے وہ واپس لیکر گاڑھے کا تھان بڑے گھر سے منگوا کر نذر کیا۔ باہمی احترام کی اس سے بڑھ کر مثال کیا ہو سکتی ہے۔ نیز جانشینی شیخ الہندؒ کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا۔؟

۲۔ حضرت شیخ الہندؒ کے خادم خصوصی رفیق مالٹا، مولانا عزیز گل متع اللہ تعالیٰ بطول حیاتہم نے اپنے تعزیتی پیغام میں آپ کو "جانشین شیخ الہندؒ" لکھا (صلا)

۳۔ حضرت العلامہ الشیخ عثمانی اپنے ایک خط میں آپ کو لکھتے ہیں۔ (حضرت مدنی کے خط کا جواب لکھتے ہوئے) "صحیح یہ ہے کہ یہ مکتوب میرے نزدیک جناب محترم کی سیادت و شرافت اور جانشینی استاد مرحوم کا مرقع ہے۔ آپ کے بزرگانہ اخلاق سے ہم نیازمند یہی توقع رکھتے ہیں فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ودفقنا وایاکم لما یحب ویرضیٰ۔ انوار عثمانی ص۴۹۔

۴۔ خان عبدالغفار خاں صاحب جنہیں حضرت شیخ الہندؒ سے باقاعدہ بیعت کا شرف حاصل ہے۔ اور جو بقول حضرت مدنی حضرت شیخ الہندؒ کے خصوصی تعلق والے تھے۔ (نقش حیات) دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے جلسہ تعزیت میں تشریف لائے اور فرمایا : "حضرت شیخ الاسلام

کے سانحہ ارتحال سے ہندوستان ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگیا۔ اور ہم سے حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین جدا ہوگئے۔ (صہ ۱۰۹)

۵۔ مولانا خورشید عالم نگینوی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ کے فراق سے مرجھائے ہوئے دلوں نے آپ کو جانشین شیخ الہندؒ کہہ کر اور سمجھ کر تازگی حاصل کی، مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد جب آپ کلکتہ سے دیوبند تشریف لائے۔ تو خلافت کمیٹی نے تعزیتی جلسہ میں آپ کو بطور جانشین شیخ الہندؒ متعارف کرایا۔ صہ ۹۲

۶۔ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد سہول بھاگلپوری نے فرمایا آپ جانشین شیخ الہندؒ ہیں۔ حضرت مدنیؒ نے جواباً فرمایا: معلوم نہیں آپ مجھے کیوں جانشین کہتے ہیں مجھ سے ہر حیثیت سے بڑے شاہ صاحب (کشمیری) اور مفتی صاحب (مفتی کفایت اللہ) ہیں ان کو جانشین کہنا چاہئے مولانا نے فرمایا زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ مسلمان آپ کو حضرت کا جانشین کہتے ہیں۔ لہذا آپ ہی جانشین ہیں صہ ۴۱ روایت مولانا محمد عثمان غنی صاحب پھلواری شریف۔

قصہ تو وہی ہے کہ پروردگار عالم نے اس اعزاز کا آپ کیلئے فیصلہ کردیا۔ بات ملائکہ کی وساطت سے انسانی قلوب تک پہنچی، مولانا محمد سہول نے اسی کی ترجمانی فرمائی۔

۷۔ مولانا مفتی محمود احمد محمود چھاؤنی نے بھی اسی انداز کی بات ارشاد فرمائی کہ حضرت شیخ الہندؒ کے انتقال کے وقت سے ہی جانشین شیخ الہندؒ کے لقب کا نقارہ خدا سے آوازہ بلند ہوا۔ اور سب ائمہ وقت نے عملاً اس کا اعتراف فرمایا۔ (صہ ۱۱۱)

۸۔ امیر امان اللہ خان مرحوم والیٔ افغانستان نے ایک خاص انداز کی بات فرمائی جس کے راوی حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ہیں۔ شیخ الہندؒ ایک نور تھے تو شیخ الاسلام اس نور کی ضیا اور چمک! (صہ ۱۴۲)

۹۔ اور خود قاری صاحب نے اپنے حکیمانہ انداز سے آپ کی جانشینی شیخ الہندؒ پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا نیز آپ کے سیاسی کام کی نوعیت کو بڑے پیارے انداز سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا۔

"۱۸۵۷ء کے بعد دارالعلوم کی ابتدائی کڑی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی، جس سے اس نئے دور کا آغاز ہوا درمیانی کڑی حضرت شیخ الہندؒ تھے جنہوں نے اسے شباب تک پہنچایا اور آخری کڑی حضرت شیخ الاسلام تھے جنہوں نے اسے انتہا کو پہنچایا اور اسطرح ۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۷ء تک سو برس کے عرصہ میں اس تحریک کا ایک دور مکمل ہوکر ختم ہوگیا۔------ آپ اس

سلسلے میں (سیاسی رہنمائی اور انقلابی قیادت) حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی قدس سرہ کے تاریخی سیاسی فلسفہ اور حکمت کے امین اور اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن قدس سرہ کے جوش عمل کے علمبردار تھے، جس سے آپ کو پوری قوم نے جانشین شیخ الہندؒ تسلیم کیا۔ اور آخرکار شیخ الہندؒ ثانی لقب سے یاد کئے جانے لگے۔۔۔۔ بہرحال حضرت شیخ کی مساعی کا مرکز ملک کی آزادی، ایشیا کی آزادی، مشرق کی آزادی اور آخرکار انسانیت و اخلاق کی آزادی تھی۔ یہ نظریہ ان کا عقیدہ تھا جو انہیں وراثت میں ان کے شیوخ سے ہاتھ آیا تھا۔ اور وہ اس پر یقین رکھتے کہ مغرب کی ان مادی طاقتوں کی برقراری کی صورت میں اخلاقی قوتیں اور انسانیت کی جوہری قدریں کبھی نہیں ابھر سکتیں ص ۱۳-۱۴

حضرت قاری صاحب نے آپ کو شیخ الہندؒ کے ساتھ حکمت قاسمی کا امین بھی قرار دیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی بلکہ آپ سے بھی پہلے حکیم الامت حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جس تحریک کی بنیاد ڈالی تھی اسکی آخری کڑی آپ تھے اور اس طرح حضرت شیخ الہند کے بالخصوص اور باقی اکابر کے بالعموم جانشین آپ تھے۔

علامہ انور صابری نے کتنے پتہ کی بات کہی ہے ؎

ولی اللہ نے لکھا تھا حرف اولیں جس کا          مکمل ہو گئی وہ حریت کی داستاں تجھ پر

حضرت نانوتویؒ کے ساتھ بعض عجیب مناسبتیں بھی آپ کو نصیب ہوئیں۔ مثلاً حضرت قاسم العلوم نے آخری وقت پھلوں کی خواہش ظاہر کی تو لکھنؤ سے خربوزے منگوائے گئے۔ آپ نے آخری وقت سردے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ نیز یہ کہ دونوں بزرگوں کا انتقال جمادی الآخر کے مہینہ میں جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد ہوا۔ ان کے علاوہ حکمت قاسمی کا امین اور شیخ الہندؒ کے جوش عمل کا علمبردار ہونے کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ دیوبند کے اس رشک جناں خطہ (مقبرہ قاسمی) میں آپ کو اپنے دونوں شیوخ (شیخ اور شیخ الشیخ) کے ساتھ دائمی آرام کا موقعہ نصیب ہوا۔

چند شعراء کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیں، یہاں بھی جانشینی والی بات مختلف زاویوں سے کہی گئی ہے۔

علامہ انور صابری صاحب فرماتے ہیں ؎

شریک سلسلہ کار خدمت محمودؒ          انیس خلوت زندان کلفت و آلام

بصر ٹونکی فرماتے ہیں۔ (تاریخ ہائے وفات سمیت) ؎

پرتو مولانا گنگوہی فقید و پیشوا ئے          نقش شیخ الہند محمود الحسن زیب ارم
۱۳۷۷ھ          ۱۹۵۷ء

مولانا احمد اللہ استاذ حدیث رانڈھیر کے دلی جذبات ملاحظہ فرمائیں ؎

جانشینِ شیخ ہند وہ مردِ میداں اب کہاں — وہ سیاست کا نگیں وہ ماہِ تاباں اب کہاں
اس زمانے کا غزالی فضلِ یزداں اب کہاں — قاسم و محمود کا وہ رازِ پنہاں اب کہاں

حکیم دانش دہلوی کا قولِ حق ؎

وہ جس کو شیخ محمود الحسن کا جانشیں کہئے — بزرگانِ سلف کی یادگار آخریں کہئے

جناب خان عبدالجلیل ؎ وہ ایازِ شیخ محمود الحسن سے شیخ الہند و شیخ الاسلام کے تعلقات واضح کرتے ہیں۔

اور ایک صاحب نے یوں گرہ لگائی ؎

وہ جس کی ذات امداد و رشیدی فیض کا سنگم — وہ جس کے روپ میں محمود و قاسم بے نقاب آیا
ملائے ہند کے بچھڑے ہوؤں کو جس کے لغو نے — جو شیخ الہند محمود الحسنؒ کے ہم رکاب آیا

حرفِ آخر :۔ کراچی جیل سے رہائی کے بعد بنگال کونسل کے ایک ممبر نے چالیس ہزار روپیہ نقد اور پانچ سو روپیہ ماہانہ کی نوکری بطور پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی کی پیشکش کی حضرت نے پوچھا کام کیا ہوگا ؟ اس نے کہا کچھ نہیں بس تحریکات میں حصہ نہ لیں خاموش رہیں۔ آپ نے فرمایا جس راستہ پر حضرت شیخ الہندؒ لگا گئے۔ اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ صہ ۱۵۲

اس کے ساتھ ہی جانشینِ پیغمبر سیدنا صدیق اکبرؓ کی سیرت کا وہ واقعہ دیکھیں کہ حضور علیہ السلام لشکرِ اسامہؓ کی روانگی کا اہتمام فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کا سانحہ ارتحال پیش آتا ہے۔ صدیق اکبرؓ خلافت سنبھالنے کے بعد پہلا کام یہی کرتے ہیں کہ اس لشکر کا اہتمام فرماتے ہیں۔ بدلے ہوئے حالات کے پیشِ نظر بعض صحابہ اس لشکر کی روانگی کو ملتوی کرنے یا کم از کم قائدِ لشکر تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن معلوم ہے کہ جانشینِ رسول نے کیا فرمایا ؟ جس کام کو کرنے کا ارادہ میرے پیغمبر نے کیا اس کے ملتوی کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا چنانچہ لشکر بھیجا اور تھوڑی دیر ساتھ چل کر ہدایات دیں۔

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر حضرت میاں صاحب کی رائے ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ دیں کہ جانشینیِ شیخ الہندؒ کا حق سید حسین احمد نے ادا کیا یا نہیں ـــــ ؟

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے ایمان پرور خطبات کا نیا مجموعہ

**عبادات و عبدیت**

بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے ـــ قیمت دو روپے علاوہ خرچہ ڈاک ـــ آج ہی آرڈر بک کرائیں

ناشر :۔ ادارۃ الحق ـــــ اکوڑہ خٹک